سوال

(155)قرض، نقد سے مہنگا دینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید پچاس روپۓ کا سوت بکر سے پچپن روپۓ اودھار اس لئۓ خریدتا ہے کہ بکر اس کو کچھ نقد روپے بھی ادھا اس کے ساتھ ہی دیوے اور جانبین سے ادائے گی کی مدت معین نہیں کی جاتی بلکہ بکر زید کو اس شرط پر دیتا ہے کہ زید سوت کا کپڑا تیار کر کے بکر ہی کو دیوے بایں صورت زید کپڑا تیار کر کے بکر کے گھر دے آتا ہے بکر اس کو فروخت کرنے کے بعد اپنا پورا روپیہ اور فرد ختنی کی دلالے لے کر جو نفع بچتا ہے اس کو زید دیتا ہے اور نقصان کی صورت میں بھی زید ہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ آیا یہ بیع شرعا جائز ہے یا نہیں

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

معاملہ کی مرقومہ صورت شرعاناجائز ہے اس بیع اور قرض کے ناجائز ہونے پر کئی شرعی دلیل قائم ہے :

پہلی دلیل : لاتحل سلف و بیع وفی روایۃ : نہی عن سلف و بیع (مسند احمد) من حدیث عمرو بن شعیت ابیہ عن جدہ مرفوعا وطبرانی فی الکبیر من حدیث بن حزام مرفوعا موطا بلاغا

(2) نہی عن بیع وقرض وعن بیع وسلف (بیہقی 343/5 طبرانی فی الاوسط من حدیث ابن عباس مرفوعا بسند فیہ ضعف)

(3) لاتجمع أحدکم بیعا وسلفا (طبرانی فی الکبیر من حدیث عتاب بن اسید مرفوعا بسند فیہ ضعف

حدیث مذکور باختلاف الفاظ جمع بین البیع والسلف کی ممنوعیت وحرمت پر دلیل صریح ہے ۔ بیع اور قرض وسلف ان دونوں میں سے ہر ایک منفرد یعنی : بغیر اقتران واجتماع کے شرعا جائز ہے اور ااقتران واجتماع کے شرعا جائز ہے اوراقتران واجتماع اور ایک کے دوسرے کے سات مشروط ہونے کی صورت میں إنَّ التَّحرِیمَ ہاہُنالَم یَکُن لِشَيءٍ مُحَرَّمٍ بِعَینِہِ وَہُوَالسَّلَفُ، لِأَنَّ السَّلَفَ مُباحٌ، وَإنَّما وَقَعَ التَّحرِیمُ مِن أَجلِ الاِقتِرانِ (أَعنِی : اقتِرانَ البَیعِ بِہِ) ، وَکَذٰلِکَ البَیعُ فِی نَفسِہِ جائِزٌ، وَإنَّما امتُنِعَ مِن قِبَلِ اقتِرانِ الشَّرطِ بِہِ ، وَہُنالِکَ إنَّما امتَنَعَ البَیعُ مِن أَجلِ اقتِرانِ شَيءٍ مُحَرَّمٍ لِعَینِہِ بِہِ، لاَأَنَّہُ شَيءٌ مُحَرَّمٌ مِن قِبَلِ الشَّرطِ (بدایۃالمجتہد133/2)

بیع مع السلف کی صورتیں ہیں

(1)ان تقرضہ ثم تبیع منہ شیئا باکثر من قیمتہ قال مالک : تفسیر ذلک أی بیع وسلف أن یقول الرجل للرجل : آخُذُ سِلعَتَکَ بِکَذا، وَکَذا عَلَی أَن تُسلِفَنِی کَذا، وَکَذا فَإن عَقَدا بَیعَہُما عَلَی ہذا،

فھو غیر جائز

فَإِن تَرَکَ الَّذِي اشْتَرَطَ السَّلَفَ، مَا اشْتَرَطَ مِنْہُ، کَانَ ذٰلِکَ الْبَيْعُ جَائِزًا (موطا ص 455/456)

وقال ابن القیم: أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : « نَهَى أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ سَلَفٍ وَ بَيْعٍ » وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ لَوْ أَفْرَدَ أَحَدَهُمَا عَنْ الْآخَرِ صَحَّ، وَإِنَّمَا ذَاكَ لِأَنَّ اقْتِرَانَ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ ذَرِيعَةٌ إلَى أَنْ يُقْرِضَهُ أَلْفًا وَيَبِيعَهُ سِلْعَةً تُسَاوِي ثَمَانَمِائَةٍ بِأَلْفٍ أُخْرَى؛ فَيَكُونُ قَدْ أَعْطَاهُ أَلْفًا وَسِلْعَةً بِثَمَانِمِائَةٍ لِيَأْخُذَ مِنْهُ أَلْفَيْنِ، وَهَذَا هُوَ مَعْنَى الرِّبَا (اعلام الموقعین 65/2)

(2) أن يقول ابيعك ہذا العبد على أن تسلفنى اى تقرضنى ألفا قال شيخنا فى شرح الترمذى 33/2 لايحل سلف و بيع أي و بيع يعنى مع السلف بأن يكون احدهما مشروط فى الاخر قال القاضى [لايحلُّ سلفٌ و بيعٌ، أي معه، يعني مع السلف، بأن يكون أحدهما مشروطاً في الآخر قال القاضي رحمه الله: السَّلَفُ يطلق على السَّلم والقرض، والمراد ہنا شرط القرض... أي لايحل بيع مع شرط سلف بأن يقول مثلاً: بعتك ہذا الثوب بعشرةٍ على أن تقرضني عشرةً، نفى الحلَّ اللازم للصحة ليدل على الفساد من طريق الملازمة وقيل: ہو أن قرضا ويبيع منه شيئا بأكثر من قيمته فانه حرام قرضه روج متاعه بهذا الثمن و كل قرض جر نفعا فهو حرام انتہى

وقال ابن قدامة: فَصْلٌ: وَلَوْ بَاعَهُ بِشَرْطِ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَوْ يُقْرِضَهُ، أَوْ شَرَطَ الْمُشْتَرِي ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَهُوَ مُحَرَّمٌ وَالْبَيْعُ بَاطِلٌ وَهَذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَلَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا، إلَّا أَنَّ مَالِكًا قَالَ: إنْ تَرَكَ مُشْتَرِطُ السَّلَفِ السَّلَفَ صَحَّ الْبَيْعُ وَلَنَا مَا رَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهَى عَنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَعَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، وَعَنْ شَرْطَيْنِ فِي بَيْعٍ وَعَنْ بَيْعٍ وَسَلَفٍ» أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي لَفْظٍ «لَا يَحِلُّ بَيْعٌ وَسَلَفٌ» وَلِأَنَّهُ اشْتَرَطَ عَقْدًا فِي عَقْدٍ فَاسِدٍ كَبَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، وَلِأَنَّهُ إذَا اشْتَرَطَ الْقَرْضَ زَادَ فِي الثَّمَنِ لِأَجْلِهِ فَتَصِيرُ الزِّيَادَةُ فِي الثَّمَنِ عِوَضًا عَنْ الْقَرْضِ وَرِبْحًا لَهُ وَذَلِكَ رِبًا مُحَرَّمٌ فَفَسَدَ كَمَا لَوْ صَرَّحَ بِهِ (المغنى 177/4)

(3) أن يقول: ہو أن يقول: أبيعك ہذا البعير مثلاً بخمسين دينارًا [ص: 540] على أن تسلفنى ألف درہم فى متاع أبيعه منك (جامع الاصول الجزرى 80/2) وقال فى النہاية 390/3: ہو أي السلف والبيع مثل: لايحل سلف و بيع وہو مثل أن يقول بعتك ہذا العبد بألف على أن تسلفنى ألفا فى متاع أو على أن تقرضنى ألفا لأنه يقرضه ليحابيه فى الثمن فيدخل فى حد الجهالة ولأن كل قرض جر منفعة فهو ربا ولأن فى العقد شرطا ولا يصح

(4) أن يسلف اليه فى شئ فيقول إن ينتا عندك فهو بيع عليك

سوال میں مرقومہ معاملہ بیع وسلف کی صورت میں بلاشبہ داخل ہے۔ اس لئے زید بکر سے پچاس روپے کی مالیت کا سوت بچپن میں ادھار اس وجہ سے خریدنا ہے کہ بکر اس کو سوت کے ساتھ نقد روپیہ بطور قرض دیتا ہے گویا زید بکر سے سوت کا قرض کی شرط کے ساتھ خریدتا ہے اگر زید کو سوت کے ساتھ نقد قرض نہ دے تو زید اس سے عام نرخ سے گراں سوت نہیں خریدے گا واضح ہو کہ صورت مسؤلہ میں مشتری زید اگرچہ بائع سے لفظوں میں یہ نہیں کہتا کہ: اگر قرض نہیں دو گے تو سوت تم سے نہیں خریدوں گا اور یہ بلسان قال سوت خریدنے کو قرض کے ساتھ مشروط کرتا ہے لیکن چوں کہ عرف دستور اور رواج یہ ہے کہ بائع سوت کے ساتھ مشتری کو نقد روپیہ قرض نہ دے تو کوئی بھی اس سے ادھار گراں نرخ کے ساتھ نہیں خردیدے گا اس لئے یہ عرفی شرط بمنزلہ لفظی شرط کے ہے پس جو حکم شرط ملفوظ کا ہے وہی عرفی شرط کا بھی ہوگا۔ شریعت نے بیسوں مسائل میں عرف و دستور کو نطق ولفظ کے قائم مقام کردیا ہے ملاحظہ ہو اعلام الموقعین۔

دوسری دلیل:

(1) نہی بیعتین فی بیعه (شافعی احمد نسائی ترمذی ابوداود بیہقی 343/5) من حدیث أبی ہریرة مرفوعا وأحمد (205/174/2) بیہقی (343/5) من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده مرفوعا)

(2) نہی عن صفقتین فی صفقة واحد (احمد 287/1) بزار من حدیث ابن مسعود مرفوعا واحمد 1/2 بزار وابن عبدالبر من حدیث مرفوعا مثله موطا بلاغا (ص: 455)

(3)صفقتان فی صفقۃ ربا(طبرانی فی الکبیر بزار من حدیث ابن مسعود موقوفا علیہ) بیعتین فی بیعۃ یا صفقتین فی صفقۃ کی بھی کئی صورت ہی :

(1)اَن یقول : بعتک ہذا العبد بعشرین دینارا علی اَن تبیعنی جاریتک بعشرۃ دنانیر

(6)بعتک ہذا الثوب بدینار علی اَن تعطینی بہا دراہم صرف عشرین اَو ثلثین بدینار قال ابن قدامہ فی المغنی (333/6) أَنَّ الْبَيْعَ بِهَذِهِ الصِّفَةِ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ شَرَطَ فِي الْعَقْدِ أَنْ يُصَارِفَهُ بِالثَّمَنِ الَّذِي وَقَعَ الْعَقْدُ بِهِ، وَالْمُصَارَفَةُ عَقْدُ بَيْعٍ فَيَكُونُ بَيْعَتَانِ فِي بَيْعَةٍ قَالَ أَحْمَدُ هَذَا مَعْنَاهُ، وَقَدْ رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ» ، أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهَكَذَا كُلُّ مَا كَانَ فِي مَعْنَى هَذَا مِثْلُ أَنْ يَقُولَ بِعْتُك دَارِي هَذِهِ عَلَى أَنْ أَبِيعَك دَارِي الْأُخْرَى بِكَذَا أَوْ عَلَى أَنْ تَبِيعَنِي دَارَك أَوْ عَلَى أَنْ أُؤَجِّرَك أَوْ عَلَى أَنْ تُؤَجِّرَنِي كَذَا أَوْ عَلَى أَنْ تُزَوِّجَنِي ابْنَتَك أَوْ عَلَى أَنْ أُزَوِّجَك ابْنَتِي وَنَحْوُ هَذَا فَهَذَا كُلُّهُ لَا يَصِحُّ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الصَّفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ رِبًا وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ،

(3)اَن یسلفہ فی قفیز بر اِلی شہر دینارا فلما حل الاجل وطالبہ بالمر قال : بمعنی القفیز الذی لک اِلی شہرین فہذا بیع قد دخل علی البیع الاول فصار بیعتین فی بیعۃ

(4)اَن یبیع السلعۃ مائۃ مؤجلۃ ثم یشتریہا منہ بما ستین حالۃ

(5)اَن یقول : اَ بیعک ہذا الثوب نقد بثمن کذا علی اَن اشتریہ منک الی منک الی اَجل کذ بمثن کذا

(6)اَن یقول : اَ بیعک ہذا الثوب نقدا بعشرۃ اَو الی اَلی بعشرین

(7)اَن یقول : ا بیعک ہذا الغلام بدینار اَو ہذا الغلام الاخر بدینار

سوال میں مرقومہ صورت بیعتین فی بیعۃ یا صفتین فی صفقۃ کی پہلی اور دوسری صورت کی طرح ہے اور اسی کے حکم میں ہے۔ سوت کی عقد بیع پر عقد قرض کا بطور شرط کے اضافہ کیا گیا ساتھ ہی بکر نے یہ قید لگا کر زید اس سوت کی مال تیار کر کے اسی کو دے تاکہ وہ خود خرید لے یا کسی سٹی دار کے وہاں فروخت کر کے دلالی کے ساتھ اپنی رقم وضع کر لے بصورت اولی عقد بیع اور بصورت ثانیہ عقد اجارہ داخل کر دیا۔ اس طرح صفقتین فی صفقۃ ہی نہیں بلکہ ثلاث صفقات فی صفقہ کا تحقق ہو گیا پس یہ معاملہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا۔

تیسری دلیل :

نہی عن بیع وشرط (ابن حزم فی المحلی 415/8 الخطابی فی معالم السنن 153/5 الحاکم فی علوم الحدیث ص : 128 طبرانی فی الاوسط من حدیث عبدالوارث بن سعید عن ابی حنیفۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا و من وجہۃ الحاکم ذکر عبدالحق فی اَحکامہ وسکت عنہ وقال ابن القطان : علتہ ضعف ابی حنیفۃ فی الحدیث انتہی

وقال ابن قدامۃ فی المغنی 323/7 : لم یصح ہذا الحدیث ولیس لہ اصل وقد انکر اَحمد ولا نعرفہ مرفوعا فی مسند فلا یعول علیہ انتہی

وقال ابن القیم فی الاعلام 182/1 : لا یعلم لہ اسناد یصح مع مخالفۃ للسنۃ الصحیحۃ اَی فی بیع جابر بعیرہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم واشتراط رکوبہ الی المدینۃ

قلت : ہذا الحدیث سکت علیہ الحافظ فی التلخیص والدرایۃ و ابن حزم فی المحلی وغایۃ ماتکلم بہ فی ابی حنیفۃ انہ سیئ الحفظ لکن احتجاجہ بہذا الحدیث یدل علی انہ حفظہ وضبطہ فالصواب عندی اَن حدیثہ ہذا صالح للاستدلال ولا مخالفۃ بینہ وبین حدیث جابر فاِن لہ محملا صحیحا یجتمع بہ مع حدیث جابر کما لا یخفی علی من خبرہ بمذہب الامام مالک فی مسئلۃ الشرط والبیع

سوال میں مذکورہ معاملہ پر بیع صاف طور پر صادق ہے اس لئے کہ بکر نے زید کے ہاتھ سوت فروخت کرتے وقت یہ شرط لگا دی کہ زید اس سوت کا کپڑا تیار کر کے بکر ہی کو دے و نیز زید

کا بکر سے سوت خریدنا مشروط تھا نقد قرض ملنے کے ساتھ کیوں کہ اگر بکر زید کو قرض نہ دے تو زید اس سوت نہیں خریدے گا پس اس لحاظ سے بھی سوت کی بیع وشراء پر بیع مع شرط صاف صادق آیا۔

واضح ہوکہ اگر کوئی بائع لفظوں میں یہ شرط نہ کرے کہ اس سوت کا کپڑا تیار کر کے مجھ ہی کو دینا تب بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اگر سوت دینے والے کو معلوم ہوجائے کہ خرید نے والا سوت کا کپڑا تیار کر کے اس کو نہیں دے گا تو وہ اس کو سوت اور قرض روپیہ ہرگز نہیں دے گا لہذا اس شرط سے خاموشی اور اس کا عدم ذکر کچھ مفید نہیں ہوگا عرف اور دستور نیت اور قصد کی وجہ سے سکوت بھی بمنزلہ نطق یا شرط کے ہوجائے گا شریعت میں جس طرح بہت سے مسائل میں عرف کا اعتبار ہے اسی طرح عقود ومعاملات میں قصد و نیت کا بھی اعتبار ہے کما حققہ وابن القیم فی الاعلام۔

بعض سوت دینے والے دلال عندالاستفسار یہ کہہ دیتے ہیں کہ بنکر کو اختیار ہے جہاں چاہے اس سوت کا کپڑا تیار کر کے فروخت کرے ہمارے یہاں مال پہنچانا شرط نہیں ہے ہم صرف سوت کی قیمت سے مطلب ہے بنکر مال فروخت کر کے ہماری رقم ہمارے حوالہ کردے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کہنے والے اور اس پر عمل کرنے والے شاذونادر ہوتے ہیں و نیز قرائن سے معلوم ہے کہ یہ کہنے والے ایسا محض اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ ان کا یہ معاملہ شرعا ناجائز نہ ہوجائے ورنہ ان کا دل مشتری کا اختیار دینے پر قطعا راضی نہیں ہوتا و نیز اس زبانی تخیر کا کوئی فائدہ نہیں جبکہ دلالوں اور سٹی داروں نے مل کر ایسے حالات پیدا کردیئے ہوں کہ بنکر اس امر پر مجبور ہے کہ جس دلال سے اس نے سوت خریدا ہے اسی کے یہاں مال پہنچائے لہذا یہ زبانی تخییر کالعدم ہوگی اور اعتبار نیت واقعہ اور عرف ہی ہوگا۔

چوتھی دلیل :

لایحل شرطان فی بیع وفی روایۃ : نہی عن شرطین فی بیع (احمد 179/2) ترمذی (1) ابوداود (2) نسائی (3) مستدرک (17/2) بیہقی (334/5) من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ جدہ مرفوعا والطبرانی من حدیث حکیم بن حزام مرفوعا)

سوال ذکر کردہ بیع اس حدیث کا مصداق بھی ہے۔ سوت کی بیع کے ساتھ قرض کی اور مال تیار کر کے بائع کے حوالہ کرنے کی دو شرطیں پائی گئیں اور یہ دونوں شرطیں نہ مصالح عقد بیع غزل سے ہیں اور نہ اس کے مقتضات سے بلکہ دوسری شرط شرعا فی نفسہ بھی فاسد ہے کما سیاتی بس فقہا میں سے جو لوگ نہی عن بیع و شرط کے قائل نہیں ہیں اور صرف شرطان فی بیع کو ممنوع کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی معاملہ مذکورہ ناجائز ہوگا۔

پانچویں دلیل :

کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربا (بیہقی فی السنن الکبری 349/5)(350) من حدیث ابن مسعود وأبی بن کعب وعبداللہ بن سلام وابن عباس وفضالۃ بن عبید موقوفا علیہم)

قال ابن قدامۃ وَكُلُّ قَرْضٍ شَرَطَ فِيهِ أَنْ يَزِيدَهُ، فَهُوَ حَرَامٌ، بِغَيْرِ خِلَافٍ قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْمُسَلِّفَ إذَا شَرَطَ عَلَى الْمُسْتَسْلِفِ زِيَادَةً أَوْ هَدِيَّةً، فَأَسْلَفَ عَلَى ذَلِكَ، أَنَّ أَخْذَ الزِّيَادَةِ عَلَى ذَلِكَ رِبًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُمْ نَهَوْا عَنْ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً وَلِأَنَّهُ عَقْدُ إرْفَاقٍ وَقُرْبَةٍ، فَإِذَا شَرَطَ فِيهِ الزِّيَادَةَ أَخْرَجَهُ عَنْ مَوْضُوعِهِ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الزِّيَادَةِ فِي الْقَدْرِ أَوْ فِي الصِّفَةِ،

دیئے ہوئے قرض سے زیادہ وعدہ لے کر اور شرط کر کے لیا جائے یا بلا شرط وعدہ بطور عادت اور رواج وعرف کے لیا جائے دونوں صورتیں سود میں داخل ہیں۔

قال مالک : 2508-قَالَ مَالِكٌ : لَا بَأْسَ بِأَنْ يُقْبِضَ مَنْ أُسْلِفَ (1) شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ، أَوِ الطَّعَامِ، أَوِ الْحَيَوَانِ، مِمَّنْ أَسْلَفَهُ ذَلِكَ، أَفْضَلَ مِمَّا أَسْلَفَهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عَلَى شَرْطٍ (2) أَوْ وَأْيٍ، أَوْ عَادَةٍ (3). فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ عَلَى شَرْطٍ، أَوْ وَأْيٍ، أَوْ عَادَةٍ فَذَلِكَ مَكْرُوهٌ، وَلَا خَيْرَ فِيهِ (موطا ص : 474)

سوال مرقومہ قرض والے قرض جر منفعہ بین طریق پر صادق ہے۔بکر نے اپنے قرض کے ذریعہ کئی طریق کا فائدہ اٹھایا :

ایک : اس قرض کی وجہ سے اس کے مال سوت کی نکاسی ہوگئی زید کو بکر سو سوت خریدنے کی رغبت اسی قرض کی وجہ سے ہوئی۔ مال کی نکاسی بجائے خود ایک منفعت ہے۔

دوسرا فائدہ : یہ ہوا کہ اس قرض کی وجہ سے بکر نے سوت کی قیمت زیادہ کردی اگر کوئی شخص بازار میں کسی مہاجن سے وہی سوت اودھار لیکن بغیر قرض روپیہ لئے خریدے تو نقد کی قیمت پچاس روپیہ سے دو روپیہ سے زائد میں یعنی : ادھار کی وجہ سے پچاس کے بجائے 52 روپے ملے گا لیکن بکر چوں کہ اپنے خریدار کو سوت کے ساتھ نقد قرض بھی دیتا ہے اس لئے تین روپیہ اور بڑھا کر پچاس کا سوت بجائے باون کے جو ادھار کی قیمت ہے پچپن میں دیتا ہے۔ اس طرح اس کو قرض کی وجہ سے قرض کی اصل زر قم سے تین روپے زائد مل جاتے ہیں اور یہ سراسر اسود ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ : اس نے زیادہ وصول کرنے کے لئے سوت کی بیع کو حیلہ اور ذریعہ بنایا ہے یقنا۔

تیسرا : یہ کہ ادھار سوت دینے اور نقد روپیہ بطور قرض دینے کی وجہ سے بکر نے بلسان قال یا بلسان قال شرط لگادی کہ زید اس سوت کا کپڑا تیار کرکے بکر ہی کو دے تاکہ وہ اس کو خود خرید کریا کسی سٹی دار کے یہاں بطور اجیر دلال کے فروخت کرکے اپنی رقم (سوت کی قیمت اور نقد قرض) وصول کرنے ساتھ دلالی بھی وصول کرے اور یہ ایک کھلی ہوئی منفعت ہوئی کی شرط ہے جو اس نے قرض روپیہ کے دینے اور ادھار سوت دینے کی وجہ سے لگائی اور یہ شرط نہ مصالح عقد سے ہے اور نہ مقتضیات عقد سے کما تقدم۔ اس شرط کا مال یہ ہے کہ اس نے زید کو مبیع (سوت) میں تصرف خاص (تیار کردہ کپڑے کو جہاں چاہے فروخت کرے) سے منع کردیا اور ایسی ایک شرط بھی بالاتفاق فاسد وناجائز اور مبطل بیع ہوتی ہے۔ کما لایخفی۔

سوال میں یہ مذکور ہے کہ زید پچاس کا سوت بکر پچپن میں ادھار لیتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوت کی قیمت کا تعین بیع کے وقت ہی ہوجاتا ہے اور فریقین کو اسی وقت معین زر ثمن کا علم ہوجاتا ہے کچھ ذرا محتاط قسم کے لوگ ایسا کرتے ہوں لیکن بالعموم سوت دینے والے دلال قیمت نہیں بتاتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ بازار میں جو نرخ ہوگا اس سے دو یا تین روپیہ (مثلا) زائد لگا یا جائے گا اور اگر خریدنے والا اصرار کرکے تعین کرانا چاہتا ہے تو بعض دلال اس کو ڈانٹ دیتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ کیا ہم بے ایمان ہیں ٹال دیتے ہیں۔ خریدار ضرورت مند ہونے کی وجہ سے خاموش ہوجاتا ہے اور سوت لے کر اس حال میں جاتا ہے کہ مبیع (سوت) کی قیمت اسے معلوم نہیں ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خود بائع (دلال) کو بھی سوت کا نرخ معلوم نہیں ہوتا۔ اس طرح بائع اور مشتری دونوں مبیع کی قیمت سے ناواقف ہوتے ہیں اور دونوں ہی کے حق میں قیمت مجہول ہوتی ہے اور جہالت ثمن کی وجہ سے سوت کی یہ بیع بیع غرر میں داخل ہوجاتی ہے اور بیع غرر شرعا ممنوع ہے۔ کما روی احمد وغیرہما من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا اس صورت حال کے اعتبار سے کسر کے مروجہ طریقہ کے عدم جواز کی حدیث مذکور چھٹی دلیل ہے۔

واضح ہو کہ اسلام میں عقود شروط معاملات میں اصل اباحت وجواز اور حلت وصحت ہے تاوقتیکہ کسی شرط یا معاملہ کی کراہت وحرمت اور بطلان وفساد پر خاص شرعی دلیل قائم نہ ہو یا وہ کسی اصل اور ضابطہ کے تحت میں نہ آئے جو اس کی ممنوعیت اور عدم جواز دلالت کرتا ہو وہ شرط یا معاملہ ناجائز اور ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔

شریعت نے دولت اور معاملات سے متعلق جو ضوابط واصول مقرر کئے ہیں آنحضرت ﷺ سے معاملات کے بارے میں جو فرامین وارشادات منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے وسائل معیشت اور کسب دولت کے سلسلہ میں افراد واشخاص کے مقابلہ میں عوام جمہور جماعت کا زیادہ لحاظ رکھا ہے۔ اصول وراثت حرمت سود بجمیع صور بیوع فاسدہ نہی عن الاحتکار نہی عن تلقی الجلب نہی بیع حاضر للبادی وغیرہ فرضیت زکوۃ وفطر بیت المال کا قیام وغیرہ وغیرہ امور ایسے ہیں کہ دنیا اگر ان کو اپنائے تو کبھی بھی معاشی کھسوٹ سرمایہ داری مفہوم اصلاحی اشترکیت تنگی معیشت کا سوال نہ پیدا ہو۔ افسوس ہے کہ خود مسلمان ہی ان اصول وفرامین سے غافل رہ کر کسب زر اور وسائل معاش کے معاملہ میں غیروں کی پیروین کرتے جارہے ہیں (الاماشاء اللہ) اور احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اجملو فی الطب کی پوری مخالفت کررہے ہیں۔

سوال میں ذکر کردہ معاملہ احادیث مذکورہ بالا کا مصداق ہونے کی وجہ سے بلاشبہ ممنوع ہے پر افسوس ہے کہ ہمارے علماء اس طرف توجہ نہیں فرماتے بلکہ بعض دانستہ اس میں ملوث ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معاملہ مذکورہ میں کئی اور مفاسد ہیں جن کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب البیوع

صفحہ نمبر 334

محدث فتویٰ